اذان جمعہ مسجد میں کہی جائے یا مسجد سے باہر
اس مسئلہ سے متعلق تحقیقی رسالہ

مسجد میں اذانِ جمعہ

محققِ اہلسنّت شیخ القرآن مفسّرِ قرآن حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

باہتمام
مفتی ابوبکر صدیق قادری عطاری مدظلہ العالی

قطب مدینہ پبلشرز

عطاری کتب خانہ، G.K.2/44 شہید مسجد، کھارادر
کراچی، پاکستان فون: 0300-8229655
0300-9249927

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

اذان جمعہ مسجد میں مکروہ ہے

مصنف

فیض ملت، آفتاب اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

با اهتمام

حافظ محمد کاشف اشرفی عطاری

ناشر

قطب مدینہ پبلشرز (کراچی)

نام کتاب: اذان جمعہ مسجد میں مکروہ ہے

مصنف : فیض ملت، آفتاب اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

با اہتمام : محمد کاشف اشرفی عطاری

ناشر : قطب مدینہ پبلشرز (کراچی)

اشاعت : ذیقعدہ 1422ھ، فروری 2002ء

صفحات : 48

کمپوزنگ : الریحان گرافکس

(0320-5033220)

(0320-5028160)

پروف ریڈنگ: ابوالرضا محمد طارق قادری عطاری

قیمت : 25 روپے

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نحمدك یاالله ونصلی ونسلم علیك یارسول الله ﷺ

جمعہ کے خطبہ سے پہلے اکثر لوگ بے خبری میں خطیب کے قریب مسجد میں اذان کہتے ہیں یہ مکروہ ہے انہیں اس فعل سے روکا جائے تو کہتے ہیں کہ اس طرح پاکستان اور ہندوستان میں یہ اذان متصل منبر عام شائع ہے یہ جواب نص حدیث سے جدا تصریحات فقہ کے خلاف ہے کسی بات کا لوگوں میں رواج ہو جانا کوئی حجت نہیں۔ عوام میں ایک یہی کیا اور وقت کی اذانیں بھی بہت سے لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں حالانکہ وہاں تو اُن کی تصریحات ائمہ کے مقابل بین یدیہ وغیرہ کا بھی دھوکا نہیں۔ پھر ایسوں کا فعل کیا حجت ہوسکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں الحمد للہ یہاں اس سنت کریمہ کا احیاء رب عزوجل نے اس فقیر کے ہاتھ پر کیا میرے یہاں مؤذنوں کو مسجد میں اذان دینے سے ممانعت ہے۔ جمعہ کی اذان ثانی بحمد اللہ تعالیٰ منبر کے سامنے دروازۂ مسجد پر ہوتی ہے جس طرح زمانہ اقدس حضور پرنور سید عالم ﷺ وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوا کرتی تھی۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم والحمد لله رب العلمين ٥

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده نصلی ونسلم علیٰ رسوله الکریم

امابعد! ہمارے دور میں بعض اہلسنّت بے خبری میں اور دیوبندی وہابی غیر مقلدین عمداً جمعہ کی اذان ثانی عمداً خطیب کے سامنے مسجد کے اندر دلواتے ہیں بالخصوص جب سے اسپیکر پر اذان شروع ہوئی ہے اذان اکثر مساجد کے اندر دی جاتی ہے یہ مکروہ تحریمی اور گناہ ہے مؤذن پر بھی امام وخطیب پر بھی اور مساجد کی کمیٹی کے ارکان پر بھی منجملہ اختلافی مسائل کے ایک مسئلہ دیوبندیوں اور وہابیوں اور ہمارے درمیان یہ بھی ہے بلکہ خود ہمارے اہلسنت میں کے بعض اکابر نے بھی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت سیدنا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ سے اختلاف رائے قائم رکھی ان کے علاوہ اور بھی چند علماء اہلسنّت اور بھی تھے جن کے اسماء تذکرہ علمائے اہلسنّت میں مذکور ہیں انہوں نے اعلیٰ حضرت کے خلاف رسائل بھی لکھے لیکن ناکام ہوئے دیوبندیوں نے توحسب عادت پوری طاقت صرف کردی تھی لیکن رضوی قلم کی تاب نہ لاکر اپنے بلوں میں ایسے گھسے کہ آج تک پھر اس مسئلہ کو تحریراً نہ چھیڑنا اپنی عافیت سمجھی (ہاں عمل وہی رہا جو پہلے تھا) اس موضوع پر امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اس مسئلہ میں چند رسائل ہیں (۱) **شمائم العنبر فی ادب الهذاء امام الممبر** (۲) **اوفی اللمعه فی اذان ا لجمعه**۔ آپ کے خلفاء وتلامذہ نے بھی کئی رسالے لکھے اور دو چار پمفلٹ دیوبندیوں کی طرف سے شائع ہوئے جن کا آج تک کوئی نشان نہیں ملتا خلیل احمد انبیٹھوی نے بھی ایک مبسوط بنام "**تنشیط الاذهان فی تحقیق محل الآذان** " شائع کی لیکن رضوی شیروں کے ایک ہی وار سے ایسی پاش پاش ہوئی کہ آج خود دیوبندیوں کو بھی معلوم نہیں کہ

وہ بھی تھی کسی زمانے میں

اس موضوع پر اہلسنّت کی تصانیف

(۱) **الشمائم العنبر فی ادب الھذاء امام الممبر** (عربی)

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ)

(۲) فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں نفیس تحقیق (از اعلیٰ حضرت بریلوی)

(۳) وقایہ اہل السنّت عن مکر دیوبند والفتنہ۔

(۴) **التحقیق الحسان فی احکام الاذان** (مولانا عرفان علی رضوی)

(۵) اجلی انوار الرضا بجواب القول الاظہر۔

(حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان بریلوی قدس سرہ)

طوالت کے خوف سے صرف ان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ ان کے علاوہ اور بھی تصانیف شائع ہوئیں ان میں بعض فقیر اویسی غفرلہ کے پاس موجود ہیں۔

فقیر نے بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر محض توضیحاً للمسئلۃ چند سطور پیش کرنے کی جرأت کی ہے تاکہ عوام مسجد کے اندر خطیب کے آگے اذان کہنے کی کراہت سے بچیں اور منصف مزاج اہل علم اس سے فائدہ پائیں، اس کا نام " **نفح العنبر علی الاذان عندالممنبر**" رکھا۔

اللھم تقبل منی انك انت السمیع العلیم بجاه حبیبك النبی الرؤف الرحیم

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

جامع مسجد سیرانی شریف بہاول پور

۲۳ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ

مقدمہ

اذان کی تعریف

جاننا چاہیئے کہ اذان عرف شرع میں ایک خاص قسم کا اعلان ہے جس کے لئے الفاظ مقرر ہیں یہ اعلان غائبین کی اطلاع کے واسطے ہے کیونکہ، اعلام غائبین رکن حقیقت اذان ہے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

الاذان اعلام الغائبین والا قامة اعلام الحاضرین۔

اذان غائبین کو آگاہ کرنے کے لئے ہوتی ہے اور اقامت حاضرین کی اطلاع کو ہے محض بے بنیاد اور لاعلمی پر مبنی ہے۔ ہدایہ، کافی، تبیین، عنایہ، بحر، درمختار وغیرہا میں ہے **واللفظ للبحر تکرار ہ مشروع کمافی اذان الجمعة لانه لاعلام الغائبین فتکریره لامفید لاحتمال عدم سماع البعض** کیسی صاف تصریح ہے کہ جمعہ کی اذان بھی غائبین کی اطلاع کو ہے۔ بحر میں ہے کہ اس کا تکرار مشروع ہے جیسے اذان جمعہ میں کیونکہ وہ غائبین کو آگاہ کرنے کے لئے ہے اسی لئے اسکا تکرار مفید ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ کسی نے اذان نہ سنی ہو اب سن لیں گے محققین فرماتے ہیں کہ حضور پرنور نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں نماز جمعہ کے واسطے صرف ایک ہی اذان یعنی اذان خطبہ تھی جو فنائے مسجد میں یعنی دروازہ مسجد پر خطیب کے مقابل میں ہوتی تھی جبکہ بفضلہ تعالیٰ مسلمان کثیر ہوگئے۔ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ پاک میں ایک اور اذان اضافہ فرمائی جو آج کل اذان اول جمعہ کہلاتی ہے یہ اذان مسجد سے دور بازار میں دی جاتی تھی ہشام اپنے زمانہ میں اسی اذان کو مسجد کے منارے پر لے آیا مگر اذان خطبہ مسجد کے دروازے پر خطیب کے محاذ میں بدستور ہوتی رہی اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل اذان جمعہ وہی اذان خطبہ ہے

جوخطیب کے محاذ میں ہوتی ہے پس اس اذان کو مسجد کے اندر ممبر سے ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلہ پر جیسا کہ رواج ہوگیا ہے اس بناء پر کہنا کہ یہ اذان خطبہ مثل اقامت کے حاضرین کی اطلاع کے واسطے ہے اس اذان کو اذان کی تعریف اور اذان کے احکام ہی سے خارج کرنا ہے کہ اذان کے واسطے اعلام غائبین ضروری ہے اور یہ جب ہی ہو سکے گا کہ اذان خطبہ بھی فنائے مسجد میں ہمارے نزدیک یہ زائد ہے کہ بین یدی الخطیب یعنی خطیب کے محاذ میں ہو وبس باقی وہی احکام ہیں جو اور پنجوقتہ اذانوں کے واسطے ہیں۔

احکام اذان

فرض پنجگانہ کہ انہیں میں جمعہ بھی ہے جب جماعت مستحبہ کیساتھ مسجد میں وقت پرادا کیے جائیں توان کے لئے اذان سنت مؤکدہ ہے اور اس کا حکم مثل واجب کے ہے کہ اگر اذان نہ کہی جائے تو وہاں کے سب لوگ گناہ گار ہوں گے سنت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ کہی جائے اور بلند آواز سے کہے۔(بحر) مگر طاقت سے زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے (عالمگیری) اذان مینارہ پر کہی جائے یا اور کہیں خارج مسجد اور مسجد میں اذان نہ کہے (خلاصہ عالمگیری) مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے (فتح القدیر۔طحطاوی علی مراقی الفلاح۔فتاوی قاضی خاں، فتاوئ خلاصہ خزانۃ المفتیین، بحرالرائق، شرح نقایہ۔ علامہ برجندی۔غنیہ شرح منیہ۔یہ حکم ہر اذان کے لئے ہے فقہ کی کتاب میں کوئی اذان اس حکم سے مستثنیٰ نہیں پس اذان ثانی جمعہ بھی اس حکم میں داخل ہے۔امام اتقانی اور امام ابن الہمام نے یہ مسئلہ خاص باب جمعہ میں لکھا۔یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسجد میں اذان کہنے کا یہ مطلب ہے کہ عین مسجد یعنی موضع صلاۃ میں اذان کہنا ممنوع ہے اور مسجد سے باہر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ موضع صلاۃ سے باہر کسی جگہ فنائے مسجد میں ہو البتہ اذان خطبہ میں ہمارے نزدیک محاذات خطیب بھی سنت ہے

لہٰذا موضع صلاۃ کے علاوہ ہر وہ جگہ جو فنائے مسجد میں محاذی منبر ہو محل اذان خطبہ ہے خواہ دروازہ ہو یا کوئی اور جگہ جو جگہ محل اذان ہو وہ جگہ مسجد بڑھا لینے سے بدستور ان کے واسطے مستثنیٰ رہے گی یعنی جو جگہ پہلے سے اذان کے لئے مقرر تھی اگر اس کے اردگرد مسجد کی توسیع کرلی گئی اور وہ محل اذان اب موضع صلاۃ کے اندر آگیا تو اس محل میں اذان بلا کراہت جائز رہے گی اور صرف اتنی جگہ ہمیشہ خارج مسجد مثل سابق سمجھی جائے گی۔

مسجد کا اطلاق

مسجد کے دو اطلاق ہیں:

(۱) موضع صلاۃ پس فصلیں۔دیواریں۔دروازہ سب اسی معنی پر مسجد سے خارج ہیں اور اس کے تابع۔

(۲) چاردیواری مسجد معہ مافیہ بایں معنی وہ سب داخل ہیں خود قرآن عظیم میں یہ دونوں محاورے موجود **انما یعمر مسجد اللہ من اٰمن باللہ** یہ بناء پر موقوف نہیں دیکھو حدیث ترمذی وابن ماجہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ **عن النبی ﷺ لہدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومسجد** ہدم بناہی کے لئے ہے بلکہ یہاں تیسرا اطلاق اور ہے فنائے مسجد کو بھی مسجد کہتے ہیں ولہٰذا معتکف اس میں جاسکتا ہے اور اس وقت بھی وہ معتکف فی المسجد کہلائے گا ولہٰذا منارہ پر جواذان ہوا سے یہی کہیں گے مسجد میں اذان ہوئی یہ کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہوئی۔ بدائع پھر ردالمحتار میں ہے۔

لوصعدای المعتکف المنارة لھم یفسد بلاخلاف وان کان بابھا

خارج المسجد لانها منه لانه يمنع فيها من كل مايمنع فيه من البول ونحوه فاشبه زاوية من زوايا المسجد۔

اگر معتکف منارہ پر چڑھے تو اس کا اعتکاف بلا خلاف فاسد نہ ہوگا اگر چہ دروازہ مسجد کے باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد میں شمار ہوتا ہے اسی لئے اس سے روکا جائیگا اس میں پیشاب کرنا منع ہے تو یہ مسجد سے کناروں میں کے مشابہ ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ اذان ایک طرح اعلان ہے اور اعلان مسجد میں مکروہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں تصریح آئی ہے جسے فقیر آئندہ اوراق میں عرض کریگا۔ کیونکہ مسجد عبادت کے لئے ہے اس میں دنیوی امور سرانجام دینا کراہت سے خالی نہیں اسی لئے اس میں دنیوی باتیں مکروہ ہیں اور تجارتی امور بھی چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا جب کسی کو مسجد میں خرید وفروخت کرتے دیکھو تو کہو خدا تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دے (ترمذی۔ دارمی) یہ تقریر اور آنے والے باب نمبر ا میں احادیث کے جوابات غیر مقلدوں کے لئے کافی ہیں اور دیوبندی اور بریلوی حضرات تو خود کو حنفی کہلواتے ہیں ان کے لئے عرض ہے کہ ہمارے علمائے کرام نے فتاویٰ قاضی خاں وفتاویٰ خلاصہ وفتح القدیر ونظم شرح نقایہ جندی وبحرالرائق وفتاویٰ ہندیہ وطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے (فتاویٰ رضویہ جلد۳، صفحہ ۷۷)

مزید عبارات باب دوم میں آئینگی ان شاء اللہ۔

ان دلائل کے باوجود اگر کوئی نہیں مانتا تو پھر وہ جانے اور اس کا خدا تعالیٰ ہمارا کام ہے دلائل سے سمجھانا وہ ہم کر چکے۔ **وما علینا الا البلاغ**

﴿باب نمبر 1﴾

﴿حدیث نمبر 1﴾

سنن ابی داؤد شریف میں بسند حسن مروی ہے:

حدثنا النفيلي ثنا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحق عن الزهري عن السائب بن يزيد رضي الله عنه قال كان يؤذن بين يدي رسول الله ﷺ اذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وابي بكر وعمر۔

یعنی رسول اللہ ﷺ جب روز جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور ﷺ کے روبرو اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی اور یوں ہی ابو بکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانے میں۔

فائدہ : اس حدیث جلیل نے واضح کر دیا کہ اس روبروئے امام پیش منبر کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ زمانہ رسالت وخلفائے راشدین سے کیا متوارث ہے۔

﴿تبصرہ اُویسی غفرلہٗ﴾

فقہاء کرام نے اس حدیث کے "علی باب المسجد" سے استدلال کیا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ اور خلفائے راشدین ودیگر صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کا عمل یہی تھا کہ اذان جمعہ دروازۂ مسجد پر ہوتی تھی اور باب المسجد من وجہ خارج از مسجد ہے جیسا کہ مقدمہ میں فقیر نے مسجد کی دو حیثیتیں عرض کی ہیں۔

اور مخالفین نے حدیث شریف کے جملہ "بین یدی رسول اللہ ﷺ" سے دھوکہ کھایا ہے اس کے جوابات آئینگے (ان شاء اللہ)

حدیث نمبر 2

حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ کوئی گمی ہوئی چیز مسجد میں تلاش کرتا ہے تو کہو کہ خدا اس کو تیرے پاس واپس نہ کرے کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔(رواہ مسلم)

فائدہ: چونکہ مسجد میں گم شدہ کے لئے اعلانیہ کہنا پڑتا ہے کہ میری فلاں شے گم ہوگئی ہے کسی کے پاس ہو یا اسکا اسے علم ہو تو .... یہ ایک قسم کا اعلان ہے اور مسجد میں اعلان مکروہ ہے اور مقدمہ میں فقیر نے ثابت کیا ہے کہ اذان بھی اعلان ہے اسی لئے مسجد میں ہر طرح اذان مکروہ ہے خواہ جمعہ کی ہو یا نماز پنجگانہ۔

نکتہ: اسی قاعدہ پر تمام امور دنیویہ کا ہر قسم کا کام مکروہ ہے۔ چند مسائل بطور نمونہ حاضر ہیں۔

(۱) مسجد کو راستہ بنانا یعنی اس میں سے ہو کر گزرنا ناجائز ہے اگر اس کی عادت کرے تو فاسق ہے اگر کوئی اس نیت سے مسجد میں گیا وسط میں پہنچا تھا کہ نادم ہوا تو جس دروازہ سے اس کو نکلنا تھا اس کے سوا دوسرے دروازہ سے نکلے یا وہیں نماز پڑھے پھر نکلے اور وضو نہ ہو تو جس طرف سے آیا ہے واپس جائے۔(درمختار، ردالمحتار)

یہ کراہت اسی لئے ہے کہ یہ دنیوی کام ہے۔

(۲) مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور اس سائل کو دینا بھی منع ہے۔ مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرنا منع ہے۔ جیسا کہ اوپر حدیث گزری۔ یہ مکروہ اسی لئے ہے کہ دنیوی کام ہے۔

(۳) مسجد میں شعر پڑھنا ناجائز ہے البتہ اگر وہ شعر حمد و نعت و منقبت و وعظ و حکمت کا ہو تو جائز ہے۔(درمختار)

(۴) مسجد میں کھانا پینا سونا معتکف اور پردیسی کے سوا کسی کو جائز نہیں لہٰذا جب کھانے پینے وغیرہ کا ارادہ ہو تو اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے کچھ ذکر و نماز کے بعد اب کھا پی سکتا ہے اور بعضوں نے صرف معتکف کا استثناء کیا اور یہی راجح لہٰذا غریب الوطن بھی نیت اعتکاف کرے کہ خلاف سے بچے۔(درمختار و صغیری)

(۵) بیع و شرا وغیرہ ہر عقد مبادلہ مسجد میں منع ہے صرف معتکف کو اجازت ہے جبکہ تجارت کے لئے خریدتا بیچتا نہ ہو بلکہ اپنی اور بال بچوں کی ضرورت سے ہو اور وہ شے مسجد میں نہ لائی گئی ہو۔(درمختار)

(۶) مباح باتیں بھی مسجد میں کرنے کی اجازت نہیں اور نہ آواز بلند کرنا جائز۔(درمختار صغیری) افسوس کہ اس زمانے میں مسجدوں کو لوگوں نے چوپال بنا رکھا ہے یہاں تک کہ بعضوں کو مسجدوں میں گالیاں بکتے دیکھا جاتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۷) درزی کو اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر اجرت پر کپڑے سئے ہاں اگر بچوں کو روکنے اور مسجد کی حفاظت کے لئے بیٹھا تو حرج نہیں۔ یوں ہی کاتب کو مسجد میں بیٹھ کر لکھنے کی اجازت نہیں جب کہ اجرت پر لکھتا ہو اور بغیر اجرت کے لکھتا ہو تو اجازت ہے جبکہ کتاب کوئی بری نہ ہو۔ یونہیں معلم اجیر کو مسجد میں بیٹھ کر تعلیم کی اجازت نہیں اور اجیر نہ ہو تو اجازت ہے۔(عالمگیری)

فائدہ: یہ اور اس طرح دنیوی امور مسجد میں مکروہ ہیں اور اذان سے بھی نمازیوں کو بلانا مقصود ہے اگر چہ وہ ذکر کے الفاظ پر مشتمل ہے لیکن اصلی غرض و غایت تو مسلمانوں کو نماز کے لئے بلانا ہے اور یہ کام بھی ہے تو دین لیکن دوسروں کو اس طرف بلانا ہے اسی لئے اس کی اصلی غرض و غایت دنیوی کام ہے۔ اسی لئے مسجد میں اس کا بجالانا مکروہ ہے جس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے اور یہ پنجگانہ نماز کے علاوہ جمعہ کی اذان بھی

اعلان ہی ہے اسی لئے مسجد میں اذان خواہ نماز پنجگانہ ہو یا جمعہ ہر اذان مسجد میں مکروہ ہے جولوگ جمعہ کی اذان کو مستثنیٰ کرتے ہیں وہ دلیل پیش کریں اور جن روایتوں سے انہوں نے خود استدلال کیا ہے وہ غلط ہے اس لئے کہ یہ مجتہدین نہیں مقلدین ہیں مقلدین کو اجتہاد کا حق نہیں جب تک انہیں اصول اجتہاد حاصل نہ ہوں اور ان کا یہ اجتہاد دلائل کی روشنی میں غلط بھی ہے اسے ہم آگے چل کر عرض کرینگے۔ ان شاء اللہ

﴿باب نمبر 2﴾

عبارات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

(۱) فتاویٰ خانیہ میں ہے **ینبغی ان یؤذن علی المئذنة اوخارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد** یعنی اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہیے مسجد میں اذان نہ کہی جائے (۲) فتاویٰ خلاصہ و (۳) فتاویٰ عالمگیری (۴) فتح القدیر میں ہے **الاقامة فی المسجد لابدواما الا ذان فعلے المئذنة فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالو الایؤذن فی المسجد** یعنی تکبیر تو ضرور مسجد میں ہوگی۔ رہی اذان وہ منارے پر ہو۔ منارہ نہ ہو تو بیرون مسجد زمین متعلق مسجد میں ہو علماء فرماتے ہیں مسجد میں اذان نہ ہو نیز خود باب الجمعۃ میں فرمایا **هو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدوده لکراهة الاذان فی داخله** وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے مسجد میں یعنی حوالی مسجد کے اندر اس لئے کہ خود مسجد کے اندر اذان دینی مکروہ ہے۔(۵) شرح مختصر الوقایہ للعلامۃ عبدالعلی میں ہے **فی ایراد المئذنة اشعار بان السنة فی الاذان ان یکون فی موضع عال بخلاف الاقامة فان السنة فیها ان تکون فی بانه لایؤذن فی المسجد فقد**

ذکر فی الخلاصة انه ینبغی الخ اه باختصار یعنی صدر الشریعۃ قدس سرہ نے اذان کے لئے منارے کا جو ذکر فرمایا اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ اذان میں سنت یہ ہے کہ بلند جگہ پر ہو بخلاف تکبیر کہ اس میں سنت یہ ہے کہ زمین پر ہو۔ نیز اس میں تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے خلاصہ میں اس کی ممانعت کی تصریح ہے۔

(۶) بحرالرائق میں ہے **فی القنیة بسن الاذان فی موضع عال والا قامة علی الارض وفی المغرب اختلاف المشائخ اه والظاهر انه یسر المکان العالی فی اذان المغرب ایضاً کماسیأتی وفی السراج الوهاج ینبغی ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران وفی الخلاصة ولا یؤذن فی المسجداه مختصرا** یعنی قنیہ میں ہے کہ اذان بلندی پر اور تکبیر زمین میں ہونا سنت ہے اور مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ وہ بھی بلندی پر ہونا مسنون ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب میں بھی اذان بلندی پر ہونا سنت ہے اور سراج الوہاج میں ہے اذان وہاں ہونی چاہیے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے اور خلاصہ میں فرمایا کہ مسجد میں اذان دے اُسی میں بعد چندورق کے ہے **السنة ان یکون الاذان فی المنارة والا قامة فی المسجد** سنت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر مسجد میں۔

(۷) حاشیہ طحطاوی میں ہے:

یکره ان یؤذن فی المسجد کمافی القهستانی عن النظم فان لم یکن ثمه مکان مرتفع للاذان یؤذن فی فناء المسجد کما فی الفتح۔

یعنی مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں نظم سے منقول ہے تو اگر وہاں

اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہوتو مسجد کے آس پاس اُس کے متعلق زمین میں اذان دے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

فائدہ : یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلا قید ہیں جن میں جمعہ وغیرہا کسی کی تخصیص نہیں مدعی تخصیص پر لازم کہ ایسے ہی کلمات صریحہ معتمدہ میں اذان ثانی جمعہ کا استثناء دکھائے مگر ہرگز نہ دکھا سکے گا رہا لفظ بین یدی الامامہ یا بین یدی المنبر سے استدلال وہ محض ناواقفی ہے ان عبارات کا حاصل صرف اس قدر کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے امام کے مواجہہ میں ہو اس سے یہ کہاں سے نکلا کہ امام کی گود میں منبر کی گر پر ہو جس سے داخل مسجد ہونا استنباط کیا جائے اس کی تحقیق آتی ہے۔

تحقیق بین یدی

قرآن وحدیث اور کتب لغت اور نحو ومعانی ومحاورات عرب وعجم اور عرف عام میں لفظ بین یدی سمت مقابل میں منتہائے جہت تک صادق ہے جو وقت طلوع مواجہہ مشرق یا ہنگام غروب مستقبل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کہے گا کہ آفتاب میرے سامنے ہے یا فارسی میں مہر روبروی من ست یا عربی میں الشمس بین یدی حالانکہ آفتاب اُس سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دور ہے۔ قرآن مجید میں ہے **یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم** اللہ سبحانہ وتعالیٰ جانتا ہے جو کچھ اُس کے سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے یعنی گزر گیا۔ یہ ہرگز ماضی ومستقبل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اُس میں داخل ہے۔ (۲) ملائکہ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا قول کہ قرآن عظیم نے ذکر فرمایا **لہ مابین ایدینا وما خلفنا ومابین ذلك** اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے

درمیان ہے تمام ماضی ومستقبل وحال سب کو شامل ہے ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرآن حالیہ ایک نوع قرب ہر شے کے لائق مستفاد ہوتا ہے نہ اتصال حقیقی کہ خواہی نخواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو وقال اللہ تعالیٰ **وھو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمۃ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقنہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء الآیہ۔** اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتی باران رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب اُنہوں نے اُبھارے بوجھل بادل ہم نے اُسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف تو اُتارا اُس سے پانی بین یدی نے قرب مطر کی طرف اشعار فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اُترے بلکہ چلیں اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے وقال تعالیٰ۔ **ان ھوا لانذیرلکم بین یدی عذاب شدیدہ** محمد ﷺ ایسے نہیں جیسا کہ اے کافرو تم گمان کرتے ہو وہ تو نہیں مگر تمہیں ڈر سنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔ آیت نے قرب قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے پھر اُس کے لائق ہے۔ برسہا برس گزر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے پس جو اذان در مسجد پر یا فنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذات امام میں دی جائے اُس پر ضرور بین یدیہ صادق ہے بلا شبہہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے روبرو منبر کے آگے اذان ہوئی اور اسی قدر درکار ہے۔ (فتاوی رضویہ ملخصاً)

خلاصہ یہ کہ بین یدین سے مراد وجہت مقابل ہیں کہ دونوں بازوں کی قسمت پر ہیں اور چونکہ یہ دونوں جہتیں جو بازوں کی سمت پر چلی گئیں ہیں عرش بریں کہ منتہی تک محدود نہیں اس لئے قریباً منہ سے اس کی تفسیر کرنی پڑی پھر قرب خود وسعت وسیع رکھتا ہے جہاں تک نظر پہنچے سب قریب ہے کہ قرب شرط عادی ابصار ہے

کیا قریب کے معنی متصل کے ہیں کیا قرب امر اضافی نہیں کیا ہر حاضر شاہد قریب نہیں کیا رب العزۃ نے جو قیامت کو قریب فرمایا **اقتربت الساعۃ وانشق القمر** بلکہ حساب و کتاب کو قریب فرمایا **اقترب للناس حسابھم** وہ معاذ اللہ غلط ہے جب بحکم تصریحات فقہاء کرام معتمدین مذہب مسجد میں اذان ممنوع ہے اور حدود مسجد سے خارج اذان عقلاً بھی ممنوع تو ثابت ہوا کہ قریبا منہ کے یہ معنی ہیں کہ اذان مسجد میں دی جائے مگر خارج مسجد یہاں بین یدیہ اور عند اور قریب سب اسی قرب پر دلالت کر رہے ہیں جو شرعاً و عرفاً حق مؤذن ہے یعنی لب صحن مسجد صرف اس مسئلہ پر امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کا رسالہ "الشمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر" تحریر فرمایا یہ رسالہ مبارکہ عربی زبان میں ہے جس پر سترہ علماء مکہ معظمہ کی تصدیق ہے کہ اذان خطبہ فنائے مسجد میں ہونا چاہیے مسجد کے اندر مکروہ ہے۔ قاضی القضاۃ حضرت مولانا عبداللہ سراج اس رسالہ کی تصدیق میں فرماتے ہیں کہ باطل ہے تمسک مخاصمین کا فعل اہل مسجد حرام سے بوجہ غفلت کے ان کے حقیقت حال کے اور نسبت ارتکاب مکابرہ اور جدال کے کیونکہ مؤذن مسجد حرام میں اذان خطبہ دیتا ہے چاہ زمزم پر کنارہ مطاف کے سامنے امام کے اور ایسے ہی مسجد نبوی میں اذان ہوتی ہے مئذنہ مخصوصہ پر جو تعمیر مسجد نبوی کے وقت صرف اسی مقصد کے لئے بنایا گیا جو من وجہ مسجد کے حکم سے خارج ہے جیسا کہ مقدمہ میں فقیر نے عرض کیا۔

جو لوگ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کی اذان سے دلیل پکڑتے ہیں وہ حقیقت حال سے بے خبر ہیں کیونکہ ان دونوں جگہ اذان خطبہ کے اطلاق اول کی بناء پر خارج مسجد ہوتی ہے۔

﴿باب نمبر 3﴾

سوالات و جوابات

حق تو یہ تھا کہ مخالفین دلائل قرآن و احادیث اور فقہی عبارات سے پیش کرتے جیسے ہم نے دلائل پیش کئے لیکن اس کے برعکس انہوں نے عقلی ڈھکوسلے اور احادیث و قرآن کے مضامین سے اپنی من مانی باتیں اپنے مدعا میں پیش کی ہیں جیسا کہ ناظرین سوالات سے پڑھیں گے مثلاً ان کے چند سوالات ملاحظہ ہوں۔

سوال﴿

مسجد میں ہر اذان دینا جائز ہے خواہ وہ اذان پنج وقتہ ہو یا اذان خطبہ اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اذان ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ کا مسجد میں ہونا مکروہ نہیں؟

جواب﴿

فقہائے کرام کے اقوال میں صاف صاف موجود ہے کہ مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ یہ وہم کہ اذان ذکر اللہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں مکروہ نہیں لاعلمی پر مبنی ہے اذان کہ جس کے واسطے رفع صوت لازمی ہے اور جو غائبین کی اطلاع کے واسطے ایک خاص قسم کا اعلان ہے ہرگز ذکر خالص نہیں امام عینی بنایہ میں تصریح فرماتے ہیں کہ اذان ذکر خالص نہیں اور ایسا ہی بحر الرائق وصلاۃ مسعودی میں ہے پس مسجد میں اذان سے منع ذکر سے منع نہیں بلکہ رفع صوت بذکر سے منع ہے اور اس کی ممانعت درمختار و مسلک متقسط و بزازیہ وغیرہ میں مصرح، اسی لئے مسجد میں اذان کہنا دربار الٰہی کی بے ادبی ہے۔

تنبیہ

یہ یاد رہے کہ مسجد میں اذان کہنے کا یہ مطلب ہے کہ موضع صلاۃ میں اذان نہ کہی جائے پس منارہ۔ فصیل۔ دیوار مسجد۔ دروازہ پر اذان کہنا بلا کراہت جائز ہے۔

سوال

آیہ کریمہ۔ **ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ الآیۃ** یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مساجد محل ذکر اللہ اور عبادات کی جگہ ہیں عام اس سے کہ اذان ہو یا نماز گویا کہ مسجد میں اذان کہنے کو منع کرنا ذکر اللہ سے منع کرنا ہے اور یہ بحکم قرآن عظیم سب سے بڑا ظلم ہے؟

جواب

اس تقدیر پر معاذ اللہ توبہ توبہ خاک بدہن گستاخ فقہائے کرام جنہوں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ بتایا ہے سب سے بڑے ظالم ٹھہرے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ یاد رہے کہ مساجد کو ذکر سے روک دینے اور مساجد میں ذکر کو منع کرنے میں بین فرق ہے علاوہ اس کے اذان اعلام غائبین ہے آواز بلند کئے بغیر ناممکن تو مسجد میں اذان سے منع ذکر سے منع نہیں بلکہ رفع صوت بذکر سے منع ہے نیز اذان ذکر خالص نہیں پس موضع صلاۃ کیونکر مثل عبادات کے محل اذان ہو سکتا ہے۔ یعنی اذان خالص صرف ذکر نہیں بلکہ اس کی اصل غرض وغایت اعلان ہے ذکر تبعاً ہے اور احکام کا ترتب اصل پر ہوتا ہے نہ کہ تابع پر۔

سوال

مقام ابراہیم پر حج کا اعلان کیا گیا تھا اور یہ کہ جس وقت اعلان پکارا گیا تھا وہ

مقام مسجد الحرام شریف کے اندر تھا لہٰذا مسجد کے اندر اذان دینا بلا کراہت جائز ہی نہیں بلکہ سنت ابراہیمی ہے؟

جواب نمبر ۱

حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کے عہد مبارک میں مقام ابراہیم ملتق بجدار کعبہ ہونے سے یہ کیونکر لازم آیا کہ وہ عہد ابراہیمی صلوۃ اللہ وسلامہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام میں وقت اعلان حج بھی اسی جگہ تھا۔

جواب نمبر ۲

تاریخ قطبی سے اس پر استناد کیونکر صحیح ہوا اس کے کون سے لفظ سے اس طرف اشارہ ہو سکتا ہے کیا رفع تعمیر کے لئے مقام کا وہاں لے جانا اس پر دلالت کرتا ہے ہاں استناد تو جب صحیح تھا جبکہ اس تاریخ میں قرب لہ المقام کے بعد یہ بھی ہوتا کہ جب سے وہ اب تک وہیں رہا اور عہد ابراہیمی میں وہاں سے نہ ہٹایا گیا۔ وقت اعلان متصل جدار کعبہ رکھا تھا۔ کیا تاریخ قطبی میں کہیں اس کی تصریح ہے۔

جواب نمبر ۳

اگر یہ مان بھی لیں تو وہ شریعت ابراہیمی تھی اس میں اذان فی المسجد جائز سہی مگر شریعت محمدیہ ﷺ میں مکروہ تحریمی ہے **شرائع من قبلنا** ہم پر حجت نہیں ہو سکتے۔

جواب نمبر ۴

روایت قیام ابراہیم علیہ السلام بنی اسرائیل سے مروی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان سے اخذ فرمایا کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کی مخالف روایت صحیحہ موجود ہے اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نبی

اسرائیل سے اخذ روایت نہ فرمایا کرتے تھے تو یہ یقیناً حضور پرنور نبی کریم ﷺ سے مسموع ہوا، **کماقال علی ابن ابی طالب رضی الله عنه لما فرغ ابراهیم من بنائه بعث الله جبرائیل محج به حتی اذا رأی غرفة قال قدعرفت وکان اتاها قبل ذالك مرة فلذالك سمیت عرفة حتی اذاکان یوم النحر عرض له الشیطان فقال احصب محصب سبع خصبات ثم الیوم الثانی فالثالث فلذالك کان رمی الجمارقال اعل علی شبیر فعلاه فنادی یاعبادالله اجیبوا الله اطیعوالله فسمع دعوته من بین الابحر اتسبع**

مشکل کشا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بنائے کعبہ سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو مبعوث فرمایا انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حج کیا یہاں تک کہ جب عرفہ دیکھا تو فرمایا میں نے پہچانا اور وہ اس سے پہلے ایک دفعہ عرفہ میں تشریف لائے تھے اور اسی لئے عرفہ کا نام عرفہ رکھا گیا جب قربانی کا دن آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے شیطان آیا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اسے کنکریاں ماریئے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے سات کنکریاں ماریں پھر دوسرے تیسرے روز بھی یہی ہوا اسی لئے رمی جمار ہوئی۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی اس پہاڑ شبیرہ پر تشریف لے جائیں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اس پر تشریف لے گئے اور ندا فرمائی کہ اے اللہ کے بندو اللہ کی دعوت قبول کرو اور اس کی بندگی بجالاؤ اس ندا کو سات سمندروں تک سب نے سنا:

رُوی عبدا لرزاق وغیره عن معمر قال قال ابن المسیب قال علی

ابن ابی طالب لما فرغ ابراهیم من بنائه الخ

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مزدلفہ کے پہاڑ شبیرہ پر اعلانِ حج فرمایا۔

جواب نمبر ۵

خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مختلف روائتیں مروی ہیں کسی میں ہے کہ مقام پر اعلان حج فرمایا کسی میں ہے کہ جبل ابوقبیس پر بعض روایات میں صفا پر تو ایک روایت معتبرہ صحیحہ مرویہ عن الرسول علیہ السلام کے ہوتے چند آثار مختلفہ مضطربہ سے ایک اثر لے کر اس سے استدلال کسی عاقل کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اعلانِ حج مسجد الحرام شریف کے باہر مقام ابراہیم پر پکارا گیا۔ ازرقی نے اس روایت کی تخریج ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ ابن سلام سے میں نے پوچھا اس نشان سے جو مقام میں ہے انہوں نے کہا جب امر فرمایا اللہ جل شانہٗ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ اعلان حج فرمادیں لوگوں میں تو وہ کھڑے ہوئے مقام پر پھر جب فارغ ہوئے تو انہوں نے حکم کیا متعلق مقام پس وہ رکھ دیا گیا جانب قبلہ تو اس کی جانب نماز پڑھتے تھے سامنے دروازہ کے۔

سوال

مساجد محل ذکر اللہ اور عبادات کی جگہ ہیں عام اس سے کہ اذان ہو یا نماز پس اذان مساجد میں مکروہ نہ ہوگی؟

جواب

ہم اوپر بتا چکے ہیں اذان ہرگز خالص ذکر الٰہی نہیں۔ بنایہ امام عینی میں ہے:

فان قلت الاذان ذکر فکیف تقول انه شبه الذکر وشبه لیشیٔ غیره قلت هولیس بذکر خالص علی مالا یخفی وانما اطلق اسم الذکر علیه ان اکثر الفاظه ذکر اه

ایسی ہی اکثر کتب فقہ معتبرہ، بحرالرائق وغیرہ میں ہے اذان کی ممانعت مسجد میں ممانعت رفع صوت بالذکر فی المسجد ہے نہ منع الذکر۔ کیا جس شخص نے ایک وقت ایک جگہ ایک جلسہ میں چند اشخاص کو قرآن عظیم بالجبر پڑھنے کو منع کیا وہ مانع عن ذکر اللہ اوران وعیدوں کا مستحق ہے کیا اس کا یہ فعل منع الذکر ٹھہرے گا کیا منع قرأت بالجبر سرے سے منع قرأت ہوگا۔ بریں عقل ودانش بباید گریست

سوال

غنیۃ شرح منیہ میں ہے کہ **فما کان فیه نوع عبادة ولیس فیه اهانة ولا تلویث لا یکره والا کراه** یعنی جس فعل میں کسی نوع کی عبادت ہو اور اس میں مسجد کی اہانت اور تلویث نہ ہو تو وہ فعل مکروہ نہ ہوگا ورنہ مکروہ ہوگا؟

جواب

چونکہ عرف میں دربار کے اندر حاضری پکارنا دربار کی بے ادبی ہے پس اس امر استہان کے عارض ہونے کی وجہ سے غنیۃ کی اس عبارت سے اذان کی مسجد میں ممانعت صاف ظاہر ہے کہ اذان میں رفع صوت ضروری اور مسجد میں رفع صوت مکروہ ہے بلکہ رفع صوت بالذکر الخالص بھی مسجد میں مکروہ ہے کمافی الدرالمختار اور ردالمختار والاشباہ وغیرہا من معتمدات الاصفار اور اذان تو ذکر خالص بھی نہیں کما صرح بہ الامام العینی فی البنایہ شرح الھدایہ تو اس میں رفع صوت بدرجۂ اولیٰ مکروہ ٹھہرا۔

مزید توضیح

رفع صوت یا بذکر ہوگا یا بغیر ذکر یا ایسے کلمات سے جو ذکر خالص نہیں یہ تین صورتیں ہیں۔ پہلی دو صورتیں ہیں یا اس ذکر میں رفع صوت محمود مطلوب شرع ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو حسب ضرورت رفع کیا جائے گا ضرورت سے زیادہ رفع کرنا مکروہ ہوگا جیسا کہ عبارت درمختار **ماتعارفوه فی زماننا فلا یبعدانه مفسد اذاالبیضاح ملحق بالکلام** میں ظاہر اور مقتضائے عقل بھی یہی ہے۔ اور اس میں تو رفع صوت کا ممنوع ومکروہ ہونا ظاہر ہے۔ دوسری کا بھی ناجائز اور مکروہ ہونا خود روشن۔ تیسری بعض وہ جو خالص نہیں اس کا بھی مسجد میں رفع جائز نہیں بلکہ جہاں رفع صوت مطلوب شرعی ہے وہاں بھی ضرورت سے زائد مکروہ ہے تو وہ ذکر جس کی صورت ذکر ہے اور حقیقت شرعاً وعرفاً ہر طرح اعلام ہے ہرگز ذکر خالص نہیں اسکا مسجد میں بلند آواز سے ہونا کیونکر مکروہ نہ ہوگا ہر شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں ذرا سی عقل جس کے منہ پر آنکھ اور کان ہیں وہ سمجھتا دیکھتا سنتا ہے کہ اذان در حقیقت اعلام ہے شرع میں اسے اعلام فرمایا۔ عرف اسے اعلام جانتا ہے ہرگز ذکر خالص نہیں مانتا تو اس کا مسجد بمعنے موضع صلوٰۃ جس کی بناء ذکر خالص اللہ عزوجل کیلئے ہے اسمیں ہونا اور بلند آواز سے ہونا کیوں مکروہ نہ ہوگا۔ فقہاء کی تصریحات موجود اور حدیث سے محل اذان کا پتہ معلوم ومشہود، عرف میں اعلام کا بلند جگہ اور دربار سے باہر ہونا ہی معروف اور حاضری کا برسر دربار پکارنا عرفاً سخت قابل سرزنش اور نہایت معیوب تو فقہ وحدیث وعرف سب کو پس پشت ڈالنا اور وہ عبارتیں جو خود اپنے مدعا کا رد کر رہی ہیں نقل کرلانا اور یہ کہہ دینا کہ اذان کا مسجد میں یعنی اس جگہ جو نماز کیلئے موضوع ہے ہونا جائز ہے اور

اذان کا جوذکر خالص نہیں اذکار خالصہ خطبہ وقراءت وغیرہ پر قیاس کرنا جیسا کچھ ہے ہر عقلمند پر ظاہر ہے اقامت اعلام حاضرین کیلئے ہے۔

عقلی دلیل

اذان اعلام غائبین کیلئے ہے اعلام حاضرین بر سر دربار ہی ہوتا ہے وہ دربار سے باہر نکل کر اگر کوئی کرے تو احمق سمجھا جائے اور اذان اعلام غائبین ہے یعنی حاضری پکار تا اگر ایسا اعلام خود دربار میں کوئی کھڑے ہوکر کرے مجرم سمجھا جائے الفاظ ایک سے دیکھ کر اگر کوئی اس اعلام کو جو دربار سے باہر کرنے کا تھا اس اعلام کی طرح جو دربار کے اندر کرنے کا ہے دربار کے اندر اسے کرے یا اسکا کرنا جائز جانے ہر سمجھ والے کے نزدیک مجرم و بدتمیز ٹھہرے گا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ اور ایک ضدی کا واقعہ

جیسے ہمارے دور میں ہمیں بارہا خود سنی ائمہ اور لیکن علوم سے بے بہرہ حضرات سے پالا پڑتا ہے یوں ہی امام احمد رضا محدث بریلوی سے ایک ضدی سُنّی کے ساتھ ہوا خود لکھتے ہیں کہ ۱۳۰۲ھ میں فقیر (امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ) بہ نیت خاک بوسی آستانہ عالیہ حضرت سلطان الاولیا محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ عنہ بریلی سے شدالرحال کر کے حاضر بارگاہ غیاث پور شریف ہوا تھا دہلی کی ایک مسجد میں نماز کو جانا ہوا اذان کہنے والے نے مسجد میں اذان کہی فقیر نے حسب عادت کہ جو امر خلاف شرع مطہر پایا مسئلہ گزارش کردیا اگرچہ ان صاحب سے اصلاً تعارف نہ ہوا ان مؤذن صاحب سے بھی بہ نرمی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے کہا کہاں لکھا ہے۔ میں نے قا

ضی خان۔ خلاصہ عالمگیری۔ فتح القدیر کے نام لیے۔ کہا ہم ان کی نہیں مانتے۔ فقیر سمجھا کہ حضرت طائفہ غیر مقلدین سے ہیں۔ گزارش کی کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کسی کچہری میں نوکر ہیں۔ فقیر نے کہا احکم الحاکمین جل جلالہ کا سچا حقیقی دربار تو ارفع واعلیٰ ہے آپ انھیں کچہریوں میں روز دیکھتے ہوں گے چپراسی مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری کچہری کے کمرے کے اندر کھڑا ہوکر پکارتا ہے یا باہر۔ کہا باہر۔ کہا اگر اندر ہی چلانا شروع کرے تو بے ادب ٹھہریگا یا نہیں بولے اب میں سمجھ گیا۔ غرض کتابوں کو نہ مانا جب ان کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا تسلیم کرلیا ع۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست الحمدللہ عزوجل۔

(فتاوی رضویہ صفحہ ۳۷۷ جلد ۳ مطبوعہ کراچی (باب المدینہ)

لطیفہ

ایک دفعہ فقیر اویسی غفرلہٗ کے ساتھ ایک ضدی امام مسجد کا واقعہ ہوا اور وہ فقیر کو خوب جانتا تھا جماعت کی اقامت ہوئی تو امام مسجد صاحب مُصلّے پر تشریف لائے، تو آستانیں چڑھی ہوئی تھی فقیر نے کہا آستینیں کھول دیں ورنہ نماز مکروہ ہوگی ذرا غصہ کر کے آستینیں سیدھی کرلیں پھر میں نے دیکھا کہ حضرت کے سینے کے بٹن کھلے ہوئے ہیں فقیر نے کہا حضرت بٹن بھی بند فرمائیں تاکہ سینہ کھلا رہنے سے نماز مکروہ نہ ہو۔ جل کر بولے کہ سرے سے قمیص اُتار نہ پھینکوں۔ میں نے کہا آپ کو کون روکتا ہے آپ چادر بھی اُتار پھینکیں تاکہ آپ کے مقتدیوں کو آپ کے زرین اعضاء کی بھی زیارت ہوجائے۔ نماز کی فراغت کے بعد مسجد کے متولی نے اس امام صاحب کو ڈانٹا پھر بعد میں شاید اسے امامت سے بھی ہٹادیا تھا۔ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ آئمہ مساجد کو پہلے تو خود مسائل فقہ خوب ذہن نشین فرمالینا چاہئے ورنہ کوئی مسائل سے آگاہ

کرے تو اس سے ناراض بھی نہ ہونا چاہیے اس میں اس کی اپنی بھلائی بھی ہے اور مقتدیوں کی نماز بھی صحیح طور پر ہوگی۔

چیلنج

کوئی صاحب کیا کسی حدیث یا معتمد کتاب فقہ سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اذان ثانی جمعہ اعلان غائبین کے لئے نہیں بلکہ اعلام حاضرین کے لئے ہے اور عجب کہ حاضرین کے لئے اعلام پر اعلام کی حاجت ہو اور غائبین کے لئے صرف ایک اعلان کافی ہو۔

فائدہ : حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تو اعلام غائبین کے لئے اس اذان جمعہ سے پہلے ایک اذان اور زائد فرمائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مدعا اس سے یہ تھا کہ ایک اعلام لوگوں کی کثرت کی بنا پر شاید کافی نہ ہو تو اس لئے ایک اذان زوراء پر اور زائد فرمائی کہ زوراء کے قریب قریب کے لوگ اس اذان سے اطلاع پائیں اور مسجد شریف کے لوگ اس اذان سے جو وقت خطبہ عہد سرکار رسالت ﷺ سے یہ اعلام غائبین کے لئے تھی۔ سوچنے کا مقام ہے کہ اذانِ خطبہ عہد پاک میں غائبین کے لئے رہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے اعلامِ غائبین ہی جانیں اسے اس کے محل پر رکھیں پھر وہ کون ایسا ہے جو اذان خطبہ کی حقیقت باطل کر کے جس لئے وہ شرعاً موضوع تھی اس سے برکراں کر کے اسے ایک دوسری حقیقت پہنادیں۔

سوال

اذان خطبہ مثلِ اقامت ہے یہ سب کو مسلم ہے کہ زمانۂ اقدس ﷺ میں صرف ایک ہی اذان تھی اور وہ اذان خطبہ تھی جواب اذان ثانی جمعہ کے نام سے مشہور ہے؟

جواب

صاف ظاہر ہے کہ زمانہ اقدس ﷺ میں اعلام غائبین کے واسطے یہی اذان خطبہ تھی کیونکہ اگر اس اذانِ خطبہ کو اعلام حاضرین کے واسطے مثل اقامت مانا جائے گا جیسا کہ سوال میں درج ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے واسطے زمانہ اقدس ﷺ میں اعلام غائبین مفقود تھا اور یہ نہ مانے گا مگر وہ جس کی حدیث وفقہ پر نظر نہیں۔ ہم ہدایہ وکافی وتبیین وعنایہ و بحر ودر مختار وغیرہا کے حوالے سے پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں کہ جمعہ کی اذانِ ثانی غائبین کی اطلاع کو ہے لہٰذا خطبہ کے وقت دوبارہ کہنا مفید ہے کہ شاید پہلی اذان ثانی بھی غائبین نے نہ سنی ہو تو اب سن لیں گے پس کتب فقہ کی اس صراحت کے ہوتے ہوئے اذان خطبہ کو اعلام حاضرین کے واسطے مثل اقامت بتانا بلکہ بے سود ہے۔

سوال

احادیث میں لفظ عندہ بین یدیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر خطیب سے ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلے پر ہو جیسا کہ رواج ہو گیا ہے کہ اذان خطبہ کا خطیب کے سامنے یا منبر کے سامنے یا امام و منبر کے قریب امر متوارث ہے؟

جواب

آیت قرآنیہ، کلمات علماء، تصریحات فقہ، محاورات عرب سے ثابت ہو چکا ہے کہ بین یدیہ اور عند کچھ اتصال ہی سے حاصل نہیں ان کا محاذات وحضور ہے متصل ہو یا منفصل ولہٰذا قریب وبعید دونوں میں استعمال ہوتا ہے پس بین یدی الخطیب وعند المنبر کے صرف یہ معنے ہوئے کہ خطیب کے محاذی یا منبر کے محاذی ہو ان الفاظ

سے متصلا الخطیب سمجھ لینا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے جب کہ سنن ابوداؤد شریف کی حدیث میں علی باب المسجد موجود ہے جو صریح ایسے معنی سمجھنے کارد ہے۔علاوہ ازیں بین یدی الخطیب وعندالمنبر وغیرہ ہرگز ہرگز محل اذان کو بیان نہیں کرتے بلکہ مؤذن کی سمت معین کرتے ہیں کہ خطیب کے سامنے یعنی محاذ میں منبر کے مقابل ہو داہنے بائیں یا پیچھے نہ ہو۔

تحقیق انیق

بین یدیہ اور عند کے معنی مسجد کے اندر کسی لغت میں نہیں اور جب ایسا نہیں ہے تو بے شک اس قسم کے غلط معنی اور مراد بتانے سے اتباع شرع اور رضائے حق حاصل نہیں ہوسکتی جو مسلمان کو مقصود و مطلوب ہے۔مسلمانو! ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ بین یدیہ اور عند سے یہ مراد کہ اذان خطبہ منبر سے ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلے پر ہو جیسا کہ رواج ہو گیا ہے اور جس کو امر توارث بتایا جاتا ہے محض غلط ہے۔منبر سے متصل یا منفصل بین یدیہ اور عند دونوں پر صادق آتا ہے کہ ان کا مفاد محاذات وحضور ہے نہ قرب وبعد۔مگر چونکہ فقہاء کرام نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ بتایا ہے اور ہم یہ بھی ظاہر کرآئے کہ مسجد کے اندر اذان دینا دربارِ الٰہی کی بے ادبی ہے اور سنن ابوداؤد شریف کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ اذانِ خطبہ دروازہ پر ہوتی تھی پس اذان خطبہ فنائے مسجد میں خطیب کے محاذی ہو خواہ دروازہ ہو یا کوئی اور جگہ۔اب ہماری اس روشن تقریر کو پڑھ کر منصف اس نتیجے پر پہنچے گا کہ بین یدیہ اور عند کے جو معنی اہل حق نے بیان کیے ہیں وہ بلکہ صحیح اور درست ہیں اور ان کا الفاظ وترجمہ منبر کے نزدیک یا امام ومنبر کے قریب کرنا کہ ہاتھ یا دو ہاتھ کا فاصلہ ہو وہ باطل محض ہے۔اب جو لوگ امام سے ہاتھ یا دو ہاتھ۔کے فاصلے پر موضع صلاۃ میں خطیب کے سامنے اذان خطبہ

کہتے ہیں وہ بین یدیہ کی تعمیل تو کرتے ہیں مگر لایوذن فی المسجد سے عدول حکم کرتے ہیں ہاں اگر اذان خطبہ فناء مسجد میں خطیب کے مقابل کی جائے تو بین یدیہ اور لایوذن فی المسجد دونوں کی تعمیل ہو جائیگی۔

سوال

تمہاری پیش کردہ عبارت ابوداؤد علی باب المسجد سے کب ثابت ہوتا ہے کہ اذان خطبہ خارج از مسجد ہو بلکہ اس سے بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کیوں کہ علیٰ بمعنے عند آتا ہے فلہٰذا وہاں بھی علی بمعنی عند ہے۔

جواب نمبر ۱

علیٰ بمعنی تو عند مجاز ہے اور بمعنی لزوم حقیقت ہے اصول امام شمس الائمہ پھر کشف امام بخاری میں ہے **اما علی فلا الزام باعتبار اصل الوضع تحریر امام ابن الهمام** اور تقریر امام ابن امیر الحاج میں ہے **وهو ای اللزوم هوالمعنی حقیقی رضی** ۔شرح کافیہ میں ہے **منه سرعلیٰ اسم الله تعالیٰ ای ملزما** ۔اللہ عزوجل فرماتا ہے: **فجد ته احد هما تمشی علیٰ استحیاء ای ملازمة للحیاء**، اور شک نہیں کہ یہ اذان اگرچہ باہر ہے ہمیشہ لازم وملازم منبر ہے تو علیٰ اپنے معنی حقیقی پر ہے۔

جواب نمبر ۲

کیا علیٰ بمعنی مصاحبت نہیں اتقان للسیوطی میں ہے **علیٰ حرف جر له معان ثانیها المصاحبة کمع نحواواٰتی المال علیٰ حبه ای مع حبه وان لربك لذومغفرة للناس علیٰ ظلمهم** ۔حدیث میں ہے، زکات

الفطر علیٰ کل حر و عبد نہایہ میں ہے قیل علیٰ انما بمعنی مع لان
العبد لاتجب علیه افطرة وانما تجب علیٰ سیده قاموس میں
وللمصاحبة کمع واتی المال علی حبه ، جمل علیٰ الجلالین
تحت قوله تعالیٰ وتمشی علیٰ استحیاء میں ہے علی بمعنی مع ای مع استحیاء
کیا اس اذان اور منبر کا ساتھ نہیں کیا دونوں کا وقت ایک نہیں۔

جواب نمبر۳

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **واتبعو اماتتلو الشیاطین علی ملك سلیمٰن**
اتقان وفتوحات میں ہے **ای فی زمن ملکه** مدارک شریف میں ہے **ای علیٰ
عهد ملکه وفی زمان** تو یوں ہی علی المنبر یعنی بوقت منبر کیا ممکن نہیں۔ بفرض
باطل علی منبر کا ترجمہ وہی مان لیا جائے جو مخالف کہتا ہے کہ منبر پر تو کیا اذان اور خطبہ
خطیب کی چھاتی سے چھاتی ملا کر کہی جائے۔ علاوہ اس کے علی المنبر سے مراد عند المنبر
لی جائے جب بھی ہمارے لئے تو کیا مضر ہے۔ یہ عند المنبر صرف پتہ ہے اور ائمہ
کا ارشاد **لایوذن فی المسجد** صریح حکم ہے۔ اعتبار حکم کا نہ پتہ کا شرح صحیح مسلم
پھر علامہ طاہر نے مجموعہ بحار الانوار میں فرمایا **ان العلامة تکون بحرام و مباح**
علامت جائز و ناجائز دونوں طرح کی باتوں سے دیا جاتا ہے کسی مجمع میں اگر بادشاہ
اور امراء جمع ہوں اور کوئی ناواقف کسی عالم سے پوچھے ان میں بادشاہ کون جس کی
اطاعت فرض ہے۔ عالم فرمادے وہ جس کے سر پر سونے کا تاج ہے الٹا وہ حکم کر رہا
ہے کہ اسے سونا پہننا جائز ہے علماء حکم بتا چکے ہیں کہ مسجد میں اذان ممنوع ہے پھر بھی
علامت کچھ بھی ہو۔

سوال

اذان خطبہ مسجد کے اندر ایک زمانہ دراز اور صدہا سال سے قرنا بعد قرن شرقا
غربا تمام بلاد اسلامیہ میں ہو رہی ہے سرتا پا غلط ہے؟

جواب

بتایئے کیا معترض صاحب تمام بلاد اسلامیہ میں چکر لگا آئے ہیں یا یہ کہ معترض
نے صرف اپنی چار دیواری کو بلاد اسلامیہ خیال فرما رکھا ہے غالباً معترض مالکیہ کے
مذہب سے بے خبر ہیں ان کے نزدیک اذان خطبہ کا خطیب کے مواجہ میں ہونا ہی
بدعت وخلاف سنت ہے ان کی کتب مذہب ان تصریحات سے گونج رہی ہیں کہ اذان
خطبہ کا بھی منارہ پر ہونا سنت ہے ملک مغرب میں کہ اکثر سکان اسی امام مالک رحمۃ
اللہ علیہ کے مقلد ہیں آج تک اذان خطبہ بیرون مسجد منارہ پر ہوتی ہے علامہ اسکندری
مالکی پھر علامہ یوسف سفطی مالکی حاشیہ جواہر زکیہ شرح مقدمہ عشماویہ صفحہ ۱۸۸ میں
فرماتے ہیں ، **الاذان الثانی کان علی المنارفی المزمن القدیم
وعلیه اهل المغرب الی الآن وفعله بین یدی الامام مکروه
کمانص علیه البرزلی وقد نهی عنه مالك۔** اذان زمانہ سلف میں منارہ پر
ہوتی تھی اور اہل مغرب آج تک اسی روش پر ہیں اور اس کا امام کے سامنے کہنا مکروہ
ہے جیسا کہ امام برزلی نے تصریح کی ہے اور بے شک امام مالک نے اس کی ممانعت
فرمائی معلوم ہوا کہ تمام بلاد اسلامیہ میں اذان خطبہ مسجد کے اندر نہیں ہوتی ہے تمام بلاد
اسلامیہ میں گھوم آنا تو بڑی بات ہے اگر صرف پاکستان میں دورہ کیا جائے تو آپ کو
معلوم ہو جائے کہ حنفیوں کی سینکڑوں مساجد میں یہ اذان خطبہ دروازہ مسجد پر بیرون

مسجد ہوتی ہے معترض کا یہ فرمانا کہ فقہاء علماء جائز سمجھتے چلے آئے اسی طرح بے بنیاد ہے فقہاء کرام کے ارشادات سن چکے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے مسجد میں اذان نہ کبھو پھر نہ معلوم وہ کون سے فقہاء وعلماء ہیں جو مسجد کے اندر جائز سمجھتے چلے آئے ہیں۔ نیز یہ لکھنا کہ اگر یہ فعل مذموم اور بدعت ہوتا تو متقدمین ومتاخرین فقہاء احناف ہرگز اس پر سکوت نہ فرماتے بھی وہی مرغے کی ایک ٹانگ والا مضمون ہے فقہاء کرام تو حی الاعلان لایؤذن فی المسجد فرمائیں اور معترض ان پر سکوت فرمانے کا الزام لگائیں۔ العجب ثم العجب ان کی تصریحات کو دیکھتے ہوئے فقہاء کی نسبت یہ فرمانا کہ ان کی حقانیت وحق گوئی کی شان اسی کو مقتضی تھی کہ تصریح فرماتے کہ اذان کا مسجد میں جو طریقہ رائج ہو رہا ہے وہ مکروہ اور بدعت ہے روز روشن میں آفتاب کے وجود سے انکار ہے۔

سوال

اذان اول جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حادث ہوئی تھی وہ زوراء یا منارہ پر ہوتی رہی ہے اور جو اذان ثانی عند الخطبہ ہوتی تھی وہ خطیب کے سامنے ہوتی تھی محل غور وتامل یہ امر ہے کہ ان دونوں کا اختلاف محل کیوں ہوا۔ جب ہر ایک اذان کے لئے خارج از مسجد ہونا ضروری ہے تو جس طرح اذان اول زوراء یا منارہ پر خارج از مسجد دی گئی اسی طرح دوسری اذان بھی اسی جگہ منارہ پر خارج از مسجد دی جاتی۔

جواب

اذان اول جو زوراء پر اضافہ کی گئی تھی وہ تو اس لئے تھی کہ زوراء کے قریب قریب کے لوگ اس اذان سے اطلاع پائیں پس وہ مقام زوراء پر کہی گئی اذان خطبہ

کے لئے خطیب کے محاذات وحضور میں ہونا ہمارے نزدیک سنت ہے پھر بھلا یہ اذان زوراء یا منارہ پر کیونکر ہو سکتی تھی اور اگر ایسا کیا جاتا تو محاذات خطیب کیسے رہتا ہمارے نزدیک اذان خطبہ تو فنائے مسجد میں صرف اس جگہ پر ہو سکتی ہے جہاں سے مؤذن اور خطیب کی محاذات رہے ہاں جو اس کے قائل ہیں کہ امام کے محاذ میں اذان کا ہونا خلاف سنت ہے یعنی مالکیہ تو وہ اس اذان کو بھی منارہ ہی پر مسجد کے باہر دلواتے ہیں ہمارے اور مالکیہ دونوں کے نزدیک ہر اذان عام اس سے کہ اذان خطبہ ہو یا پنج وقتہ ہو اذان مسجد کے اندر مکروہ ہے خارج مسجد کے یہ معنی سمجھنا کہ حدود مسجد سے باہر شہر کے اندر کہیں پر ہو فقہ حنفی سے بے خبر ہونے کی دلیل ہے۔

سوال

جب خطیب ممبر پر بیٹھ جائے تو اذان خطبہ کے محاذات میں دی جائے اور خطبہ ختم ہوتے ہی تکبیر کہی جائے اور یہی متوارث اس کا کس کو انکار ہے۔

جواب

ہم کب کہتے ہیں کہ اذان خطبہ خطیب کے داہنے بائیں یا پیچھے ہو۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ خطیب کے مقابل ہو کلام تو اس میں ہے کہ یہ اذان خطبہ جو ہمارے اور آپ کے اتفاق سے امام کے سامنے یعنی مواجہ میں ہوتی ہے آیا مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر یعنی موضع صلاۃ سے باہر۔ اس اندر اور باہر کی بحث کا فیصلہ تو فقہاء کرام کے ارشادات سے ہوتا ہے جو علی الاعلان فرما رہے ہیں کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔

توضیح مزید

وقایہ میں ہے کہ دوسری اذان ممبر کے سامنے پہلی اذان منارہ کے بعد ہونا یہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وقت سے آج تک چلا آتا ہے وہ تو صراحۃً اذان خطبہ بعد اذان منارہ ہونے کو زمانہ ذی النورین رضی اللہ عنہ سے بتا رہے ہیں اس لئے کہ زمانہ رسالت و زمانۂ شیخین رضی اللہ عنہما میں اذان خطبہ سے پہلے کوئی اذان تھی نہیں اس سے پہلے اذان امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زائد فرمائی جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں تصریح ہے تو اذان خطبہ کا اذان منارہ کے بعد ہونا امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وقت سے ہے۔ عینی میں ہے۔ "**ولم یکن علی عهد رسول الله ﷺ الاهذاالاذان (ش) ای الاذان الذی یؤذن بین یدی المنبر**" یعنی رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں فقط یہی اذان منبر کے سامنے والی تھی۔ دیکھو وہ تو صاف طور فرما رہے ہیں کہ اذان خطبہ رسول اللہ ﷺ ہی کے زمانہ سے محاذی منبر ہے۔ امام عینی اس کے چار ہی سطر بعد فرماتے ہیں **الاذان الاصل الذی کان علیٰ عهد النبی ﷺ بین یدی المنبر** اصل اذان وہ ہے کہ زمانۂ نبی ﷺ میں منبر کے آگے تھی۔

سوال

یہ اذان ثانی عند الخطبہ اس کا مسجد میں ہونا امام کے سامنے عرباً عجماً زمانہ اقدس ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے اگر پیچھے بھی ہوا ہو خواہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا ہو یا اس کے بعد ہوا ہو یہ امر متوارث ہے جو بلا نکیر ہوتا چلا آیا ہے فقہائے متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس پر انکار نہ فرمایا۔

جواب

یہ ایک ہی کہی یوں ہر گناہ جائز و مباح ہوگا سوائے ان معدود چند کے جن کے نام لے کر تحریم فرمائی گئی۔ کیا کوئی تعزیہ دار تعزیہ داری کو سنت کہہ کر یہ تقریر پیش کرے گا کہ تعزیہ داری عرباً عجماً زمانہ اقدس اور خلفائے راشدین اور اہلبیت اطہار سے اگر پیچھے بھی ہوا امر متوارث ہے جو بلا نکیر چلا آیا ہے کسی نے اس پر انکار نہ فرمایا اور جو ایسا فعل ہوگا بشرطیکہ کسی نص صریح کے مخالف نہ ہو متوارث ہوگا اور مکروہ و بدعت وضلالت نہ ہوگا اور اگر اس سے یہ کہا جائے کہ کلے لھو ولعب حرام اس پر وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کلیہ قاعدہ سے ہماری تعزیہ داری مستغنیٰ ہے جیسی لایؤذن سے معترض صاحب کے نزدیک اذان خطبہ کیونکر کہیں تعزیہ داری کا نام لے کر تحریم وارد نہیں ہے اگر کل لھو ولعب کے زیر حکم تعزیہ داری کو معترض صاحب داخل کریں گے تو لایؤذن کے زیر حکم ہر اذان پنجوقت ہو یا اذان خطبہ ماننا پڑے گا۔ وقایہ میں ہے علامہ خیر رملی نے ایک جائز بات پر توارث سے استدلال کیا اور معترض صاحب ایک ناجائز کو توارث سے سنت کیا چاہتے ہیں، یوں تو مسجد میں دنیا کی باتوں کا رواج اس سے بہت زائد ہے جب مسئلہ شرعیہ مقرر ہو چکا کہ اذان مسجد میں منع ہے اور سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے وقت تک کے علماء یوں ہی لکھتے آئے تو مسئلہ کے خلاف رواج پکڑنا کیسا اگر رواج ہی پر جائز و ناجائز کا مدار ہے تو معترض صاحب کے نزدیک تعزیہ داری بھی جائز ہوئی کہ ہندوستان و پاکستان جیسے ملکوں میں ، ت سے ہے اور دنیا بھر کے ملکوں میں ہونا کچھ ضرور نہیں کہ سارے جہان میں اذان جوق کہاں ہے مخالفین کی منطق بھی عجیب ہے کہ میلاد اور قیام جو تمام دنیا میں رائج ہے مگر ان کے نزدیک ناجائز اگرچہ تمام علماء کرام اس کو محمود و مستحسن لکھتے چلے آئے اور اذان خطبہ مسجد میں تمام فقہاء کے نزدیک ناجائز مگر ان کے نزدیک تو توارث کی بنا پر سنت۔

سوال

ابوداؤد شریف کی روایت علی باب المسجد کا مطلب وہ ہے جو کہ فقہائے احناف نے علی باب المسجد کے معنے فوق باب المسجد اختیار کیا ہے کہ دروازہ کے اوپر چڑھنے سے اونچی جگہ حاصل ہو جائے گی اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ معترض صاحب کے نزدیک علی باب المسجد کے یہ معنی ہوئے کہ دروازے کے اوپر چڑھ کے۔

جواب

علی الباب کا ترجمہ تو اتنا ہے کہ دروازے پر یہ دروازے کے اوپر چڑھ کے کا ہے کا ترجمہ ہے کیا حدیث کے لفظ یہ ہیں کہ صاعدا فوق الباب کیا آپ کو معلوم نہیں کہ علٰی حرف ہے اور اوپر اسم کہ ترجمہ فوق کا ہے نہ علٰی کا کیا آپ نے نہ دیکھا کہ آپ کو اوپر کے لئے کے لانا پڑا کہ علامت اضافت ہے مضاف اسم ہوتا ہے یا حرف، بھلا پر کا تو کے اوپر بنا یہ چڑھ کے کا ہے کا ترجمہ ہے کیا علٰی یؤذن کے متعلق نہ تھا صاعدا محذوف ماننا پڑا ہاں یہ تو فرمایئے کہ سنن ابی داؤد کی حدیث میں جو علٰی باب المسجد آیا ہے اس کے معنی فوق باب المسجد فقہ کی کس کتاب میں اختیار کئے گئے ہیں فقہاء کرام کی شان تو ارفع واعلٰی ہے کوئی معمولی سا لکھا پڑھا شخص بھی علٰی باب المسجد سے دروازے کے اوپر چڑھ کے نہیں اختیار کر سکتا کیونکہ جب دروازہ کے اوپر چڑھ کر اذان پکارنا مانا گیا تو بین یدیہ یعنی منبر اطہر کی محاذات کب رہی کہ دروازہ المسجد اقدس کی بلندی مساحت کے گز سے سات گز تھی۔ علٰی باب المسجد کے جو معنے آپ اختیار کر رہے ہیں اس کی تردید تو بین یدیہ سے ہی ہو جاتی ہے کسی اور دلیل کی ضرورت نہ تھی مگر پھر بھی ہم نے علٰی کی پوری بحث پہلے لکھ دی ہے جو ایک منصف کے واسطے کافی ووافی ہے اور نا منصف کے واسطے دفتر کے دفتر بے کار ہیں غرض یہ کہ یؤذن علٰی باب المسجد کے

یہی معنی ہیں کہ مسجد کے دروازے پر یعنی دروازہ کی فضا میں دروازہ کی زمین پر اذان ہوتی تھی اور چونکہ دروازہ مسجد ہمیشہ مسجد کے اطلاق اول کی بناء پر خارج مسجد ہے پس ہمارا یہ دعوٰی کہ یہ اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی بالکل صحیح و درست ہے کیونکہ اتنا ہی اذان خارج مسجد کو درکار ہے اور یہ حدیث شریف سے ثابت ہے بفرض باطل اگر دروازے پر چڑھ کر ہی اذان خطبہ کا ہونا مان لیا جائے تو یہ فرمایئے کہ آپ کو کیونکر مفید ہے آپ کا تو یہ دعوٰی ہے کہ یہ اذان عین مسجد میں ہو جو خطیب سے ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلہ پر ہو جیسا کہ رواج پڑ گیا ہے مگر ہر وہ اذان جو دروازہ مسجد پر چڑھ کر دی جائے گی مسجد کے اطلاق اول کی بناء پر خارج مسجد رہے گی جامع المضمرات پھر بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے کہ:

والذی یبیع ویشتری فی المسجد اوعلی باب المسجد اعظم اثماً واثقل وزرا۔

یعنی وہ کہ اذان جمعہ کے خرید وفروخت مسجد میں کرے یا مسجد کے دروازے پر کرے اس کا گناہ اور سخت ہے۔ دیکھئے علٰی باب المسجد کو فی المسجد سے علیحدہ کیا اگر باب المسجد بھی عین مسجد ہوتا تو باب المسجد اور فی المسجد کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کی کیا حاجت تھی غور کیجئے اگر علٰی باب المسجد کے معنی دروازے کے اوپر چڑھ کر ہیں تو کیا اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ مسجد کے دروازے کے اوپر چڑھ کر خرید وفروخت بڑا گناہ ہے۔

سوال

روایت جس میں علٰی باب المسجد کی زیادتی مروی ہے محمد بن اسحٰق نے شہاب زہری سے روایت کی ہے سو محمد اسحاق متکلم فیہ ہے کیونکہ مدلس ہے۔

جواب

جمہور ائمہ کے نزدیک مدلس کا عنعنہ مقبول ہے ہمارے ائمہ کے نزدیک اسے

سند متصل مانتے ہیں نیز امام بخاری وغیرہ وغیرہ پندرہ اماموں کی شہادت سے ثبوت
ہے کہ اذان جمعہ دروازہ مسجد پر ہونے کی حدیث حسن ہے حجت ہے غرض یہ کہ یہ
صفحات مدینہ طیبہ کے جلیل امام محمد بن اسحاق کی توثیق کے ثبوت سے لبریز ہیں نیز
اصل حدیث مسند میں انہیں ابن اسحٰق سے بسند صحیح بتصریح سماع موجود ہے تو اگر یہ مان
بھی لیا جائے کہ ابن اسحٰق مدلس ہیں پھر بھی اس الزام تدلیس سے کیا فائدہ جبکہ انہوں
نے تصریح با سماع کر دی اور یہ معترض صاحب کو بھی مسلم ہے کہ اگر مدلس تصریح با سماع
کر دے تو وہ روایت اس کی مقبول ٹھہرے گی۔ علامہ حلبی شرح منیہ میں لکھتے ہیں:

وقال ابن خزيمة سمعت محمد بن يحيى الذهلي۔

یعنی ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن یحییٰ ذہلی کو کہتے سنا کہ عبداللہ بن زید
کی روایتوں میں اذان کے قصہ کے متعلق اس سے زیادہ صحیح کوئی روایت نہیں اور ابن
اسحٰق کی روایت ثابت ہے صحیح ہے اس لئے کہ محمد بن عبداللہ نے اسے اپنے والد سے
اور محمد بن اسحاق نے اس کو محمد بن ابراہیم تیمی سے سنا ہے اور یہ ان روائتوں میں سے
نہیں جن میں ابن اسحٰق نے تدلیس کی کیسی صاف روشن تصریح ہے کیسا اس عبارت
نے اس حدیث کو پایہ ثبوت پر پہنچایا۔

سوال

سائب بن یزید جن کی روایت کو فقہاء احناف اپنی کتابوں میں نقل فرماتے ہیں
چنانچہ امام شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں اور صاحب فتح القدیر اور عینی نے شرح ہدایہ
میں سائب بن یزید کی روایت کو نقل فرمایا ہے لیکن کسی نے ان میں سے اس روایت کو
اختیار نہیں فرمایا جس میں لفظ علی باب المسجد کی زیادتی مروی ہے۔

جواب

زہری سے اس حدیث کے اور راویوں نے نہ علیٰ باب المسجد کا لفظ روایت کیا
ہے نہ بین یدیہ کا لفظ۔ صرف اتنا بتایا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف رکھتے
اس وقت اذان دی جاتی نہ جگہ بتائی کہ دروازہ پر نہ سمت بتائی کہ حضور پر نور ﷺ کے
مقابل۔ تو ہر صاحب ایمان یہ کہتا کہ بین یدیہ اور علیٰ المسجد دونوں لفظوں کی زیادتی
سوائے ابن اسحٰق کے کسی نے روایت نہیں کی۔ ابن اسحٰق کی روایت میں بین یدیہ اور علیٰ
باب المسجد کی زیادتی کو صحیح ماننا ہی لازمی ہے ورنہ مذہب حنفی کو خیر باد کہنا پڑے گا گوان
دونوں لفظوں کو غیر قابل اعتماد ماننے سے مالکیہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں
کہ خطیب کے سامنے اذان خطبہ کا ہونا بدعت وخلاف سنت ہے بلکہ اور اذانوں کی
طرح منارہ پر ہو پھر حنفی ہو کر ابن اسحٰق کے دامن ہی کے نیچے پناہ لینا پڑے گی بغیر اس
کے بین یدیہ بھی رفو چکر ہوا جاتا ہے۔

سوال

دو زیادۃ حسب قاعدہ مسلمہ احناف شاذ ہوئی اور ہرگز قابل قبول اعتبار نہ ہوگی۔

جواب

بالکل غلط بے بنیاد ہے کیونکہ علماء ہزار ہزار تصریحیں فرماتے ہیں کہ ایک بات
زائد بیان کرنا مخالفت نہیں مخالفت یہ ہے کہ اور راویوں نے جو کہا تھا اس کے خلاف
بیان کرے نہ یہ کہ اور جس امر سے ساکت ہیں یہ اس کا افادہ کرے، جواہر النقی جلد ا
صفحہ ۱۱۱ ترک بعض الرواۃ لا یعارض زیادۃ غیرہ ایضا صفحہ ۱۰۶ اذکر مقدم علیٰ ترکہ من ترک
صحیحین وغیرہا جملہ کتب حدیث میں صدہا ہزار ہا حدیثیں وہ ملیں گی جن میں بعض

روا ۃ نے کوئی بات زائد کی ہے کہ اوروں نے بیان نہ کی تو کیا وہ سب شاذ و منکر ہو کر صحت سے ساقط ہو جائیں گی یہ صحیحین پر کھلی چوٹ ہے یہ بکثرت ملے گا کہ ائمہ محدثین متعدد راویوں سے ایک حدیث یوں روایت کرتے ہیں **حدثنا فلان وفلان یزید بعضھم علیٰ بعض** یہ حدیث ہم سے اتنے شیوخ نے بیان کیا اور ان میں ایک نے دوسرے سے زیادہ بات کہی جو اس نے نہ کہی تھی اس نے وہ بڑھائی جو اس نے نہ بتائی تھی امام محدث سب کی زیادتیں جمع کر کے ایک سیاق میں روایت کرتا ہے تو معترض کے نزدیک متخالفوں کو جمع کر لیتا ہے۔

عقلی دلیل

کسی ذی عقل سے پوچھئے کہ چھ آدمی کہیں کہ فلاں شخص گھوڑے پر سوار تھا اور ایک کہے کہ وہ سرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا تو کیا کوئی عاقل اس کے بیان ان بیانوں کے مخالف سمجھ سکتا ہے ویسے معترض کو خلاف اور زیادۃ میں فرق نہیں آتا۔ خلاف یہ ہے کہ وہ بات کہے جو اوروں کی بات کی معارض ہو اور زیادۃ یہ ہے کہ وہ امر زائد بیان کرے جس سے اور ساکت ہیں خلاف مردود ہے اور زیادۃ مقبول شاذ وہ ہے جو روایت ثقات کے خلاف روایت ہو اگر ثقہ سے مروی ہے تو مردود ہے اور اگر ثقہ سے ہے تو اس کا مدار ترجیح پر ہے ملاحظہ ہو مولانا عبدالحق محدث دہلوی کا مقدمہ مشکوۃ۔ نہ یہ کہ ہر زیادۃ عام ازیں کہ وہ مخالف روایت ثقات ہو یا نہ ہوا شاذ ہو۔ کیا ابن اسحاق نے جو زیادۃ کی ہے وہ مخالف روایت ثقات ہے کیا اور روایت میں عن جوف المسجد اور اس میں علیٰ باب المسجد ہے بھلا کہاں شاذ اور کہاں زیادۃ کہاں اسود ابن یزید کی روایت کہاں ابن اسحاق کی یہ زیادۃ زمین آسمان کا فرق وہ مخالف روایت ثقات تھی نامقبول ٹھہری یہ کون سی روایت کے مخالف ہے جو مردود ہو۔

الاذان علیٰ باب المسجد کے متعلق مزید توثیق

امام ابن خزیمہ صاحب صحیح جن کا لقب امام الائمہ ہے اپنی صحیح میں اس روایت علیٰ باب المسجد کے دوسرے راوی ہیں امام جلیل ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی معجم کبیر میں اس کے تیسرے راوی ہیں علاوہ اس کے علماء کرام کے ارشادات سنیئے۔ (۱) تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے:

کان اذاجلس علیه الصلوة و السلام علی المنبر اذن بلال علیٰ باب المسجد وکذاعلیٰ عهد ابی بکر و عمر رضی الله تعالیٰ عنهما۔

رسول اللہ ﷺ جب منبر پر تشریف فرما ہوتے بلال رضی اللہ عنہ دروازہ مسجد پر اذان کہتے اور اسی طرح ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں۔ (۲) کشاف میں ہے

، کان لر سول الله ﷺ مؤذن واحدفکان اذا جلسا علی المنبر اذن علی باب المسجد ثم کان ابوبکر وعمر رضی الله عنهما علیٰ ذالك۔

رسول اللہ ﷺ کے مؤذن ایک تھے جب حضور ﷺ منبر پر جلوہ فرما ہوتے وہ مؤذن دروازے مسجد پر اذان دیتے یہی روش صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانے میں تھی۔ (۳) اسی طرح علامہ نیشاپوری میں ہے تفسیر خطیب شربینی پھر فتوحات الٰہیہ میں ہے:

کان له ﷺ مؤذن واحد اذاجلس علی المنبر اذن علیٰ باب المسجد ثم کان ابوبکر و عمر وعلیٰ با لکوفه رضی الله عنهم علیٰ ذالك۔

رسول اللہ ﷺ کے مؤذن ایک تھے جب حضور ﷺ منبر پر جلوہ فرما ہوتے وہ مؤذن دروازے مسجد پر اذان کہتے پھر صدیق وفاروق اور کوفہ میں مولا علی کے یہاں یہی طریقہ رہا رضی اللہ عنہم۔ (۴) کشف الغمہ میں امام شعرانی قدس سرہ ربانی زمانہ اقدس اور زمانہ شیخین رضی اللہ عنہما کی نسبت فرماتے ہیں، **وکان الاذان علیٰ باب المسجد**۔ ان پاک زمانوں میں اذان مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔

سوال

مجیب کا اس روایت سے کراہت پر استدلال کرنا اس امر پر موقوف ہے کہ یہ ثابت ہو جائے کہ عموماً جو فعل جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوا ہے اس کا خلاف مکروہ تحریمی ہے۔

جواب

کیا خوب اس سے کراہت پر استدلال ہی کب ہے اس سے تو صرف اثبات سنت مقصود ہے۔ کراہت پر استدلال تو ،**لایؤذن فی المسجد** اور **یکرہ اذان فی المسجد** وغیرہ سے ہے اور جب فقہاء کراہت کو مطلق رکھتے ہیں تو کراہت تحریم ہی مراد ہوتی ہے۔ نیز معترض صاحب کو معلوم نہیں کہ ہر سنت اصلیہ کا خلاف مکروہ تحریمی ہے اور اذان کا خارج مسجد ہونا سنت اصلیہ ہے لہٰذا اس کا خلاف بھی مکروہ تحریمی ہے یہ کہنا کہ سنت کی مخالفت مکروہ تنزیہی کی دلیل ہوتی ہے محض غلط ہے ہر سنت کی مخالفت عام ازیں کہ وہ سنت اصلیہ ہو یا غیر اصلیہ مکروہ تنزیہہ نہیں اگر ہر سنت کی مخالفت کو مکروہ تنزیہی مانا جائے گا تو پھر حدیث **من ترك سنتی لم ینل شفاعتی** **وامثالھا وعیدات** کا ہے پر محمول ہونگی، رہی یہ بات کہ یہ سنت اصلیہ ہے اس کی دلیل وہی ممانعت فقہائے کرام ہے کہ اگر اذان خارج مسجد ہونا سنت اصلیہ نہ ہوتا تو

یوں اہتمام ممانعت نہ فرماتے ہاں اگر فقہا یوں فرماتے کہ والا اذان فی جوف المسجد مخالف السنۃ تو صرف اس سے کراہت تحریمہ نہ نکلتی مگر جب کہ انہوں نے بار بار بتکرار ممانعت فرمائی تو ظاہر ہو گیا کہ خارج از مسجد اذان ہونا سنت نبویہ اصلیہ ہے۔

سوال

خود فخر عالم ﷺ کے زمانہ اقدس میں اذان مسجد میں ہوئی ہے۔

جواب

حدیثوں میں **علیٰ المسجد علیٰ الظھر المسجد، علیٰ سقف المسجد، سطح المسجد فنادیناہ فیه با لاذان** الفاظ ہیں اُن سے یہ سمجھ لینا کہ زمانہ اقدس میں اذان فی جوف المسجد ہوئی وہی ہوش پراں والاں مضمون ہے۔ ہم کب کہتے ہیں کہ اذان مسجد میں اُس جگہ بھی نہ ہو جو مسجد کے اطلاق اول کی بنا پر خارج مسجد ہے۔ اور اطلاق دوم کی بناء پر مسجد ہے۔ کلام تو اس میں ہے کہ عین مسجد میں اذان مکروہ ہے اور یہی فقہا کرام کی تصریحات **لایؤذن فی المسجد** اور **یکرہ ان یؤذن فی المسجد** کا مطلب ہے پس جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ زمانہ اقدس میں اذان موضع صلوٰۃ میں ہوئی ہے ہمیں مضر نہیں۔ **فناد دیناہ فیه با لاذان** سے یہ سمجھنا کے موضع صلوٰۃ میں اذان ہوئی محض غلط ہے جہاں ہم نے مسجد کے دو اطلاق بیان کیے ہیں وہی یہ بھی بتایا ہے کہ مینارہ یا فصیل پر جو اذان ہو اُسے یہی کہیں گے چلو مسجد میں اذان ہوئی یہ کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہوئی حالانکہ مسجد کے اطلاق اول کی بنا پر فصیل یا منارہ پر جو اذان ہوگی وہ مسجد کے باہر یعنی خارج مسجد کہی جائے گی۔ اور بفرض باطل یہ مان بھی لیا جائے کہ حضور پرنور ﷺ کے زمانہ اقدس میں اذان فی جوف المسجد ہوئی ہے تو لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ کہ حضور نے

ایک فعل مکروہ مسجد میں روا رکھا کہ یہ معترض صاحب کو تسلیم ہے کہ فقہاء نے مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ بتایا ہے اور ممانعت فرمائی ہے۔

سوال ﴾

اول تو جب تلاش کیا جاتا ہے کہ شریعت میں اذان فی المسجد کے متعلق کسی جگہ نہی وارد ہوئی ہے یا نہیں تو کوئی حدیث مسجد میں اذان کہنے کی ممانعت پر دلالت کرنے والی دستیاب نہیں ہوتی۔

جواب ﴾

معترض صاحب اس تحریر نے تو فقہ کو بالکل شریعت ہی سے خارج کر دیا۔ فقہاء کرام کے ارشادات ملاحظہ کر چکے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے اور حدیث صحیح محل اذان باب المسجد بتا چکی پھر شریعت میں اذان فی المسجد کے متعلق نہی نہ وارد ہونا کیا معنی رکھتا ہے کیا فقہاء کرام کے ارشادات خارج از شریعت ہیں۔ اوپر گذرا کہ از روئے فقہ حنفی مسجد کے اندر اذان مکروہ وممنوع ہے اور اب آپ یہ فرماتے ہیں کہ کوئی حدیث مسجد میں اذان کہنے کی ممانعت پر دلالت کرنے والی دستیاب نہیں ہوتی تو کیا آپ کی اس تقریر کا یہ خلاصہ نہ ہوا کہ فقہاء کرام نے کتب فقہ میں یہ احکام ممانعت وکراہت معاذ اللہ اپنی طرف سے تحریر فرما دیئے۔

عالمگیری اور تبیین میں ہے کہ **ینبغی ان یوذن علی المأذنة ولایوذن فی المسجد** یعنی مناسب ہے کہ اذان منارہ پر دی جائے جو داخل حدود مسجد ہے یا مسجد کی حدود سے بھی خارج دی جائے اور مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

سوال ﴾

یہ حکم کراہت جو خلاف اولی ہے وہ صرف جمعہ کی اذان اول اور اذان اوقات

خمسہ مخصوصہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

جواب نمبر ۱ ﴾

یہ آپ کا خیال محض غلط ہے کیونکہ ہم ثابت کر چکے کہ فقہاء نے عام ممانعت فرمائی کسی اذان کا استثناء نہ فرمایا۔

جواب نمبر ۲ ﴾

بفرض باطل کراہت کا حکم اگر اذان خمسہ واذان اول جمعہ کے ساتھ مخصوص مان بھی لیا جائے تب بھی آپ کے ساری محنت رایگاں گئی۔ پہلے کہہ دیا کہ ہر اذان ذکر اللہ ہونے کی بناء پر مسجد کے اندر بلا کراہت جائز ہے اور یہ کہ جو ذکر اللہ سے روکے وہ آیات قرآنیہ کی رو سے سب سے بڑا ظالم ٹھہرتا ہے۔ سنیے جب آپ نے مان لیا کہ کراہت پنج وقتہ اذان کے ساتھ مخصوص ہے تو آپ خود اپنے منہ سے آیہ کریمہ **ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان یذکر فیها اسمه** کی وعید شدید کے مصداق بنے اور آپ نے خود مسجد کے اندر پنجوقتہ اذان کی ممانعت تسلیم کر کے اپنے ہی قول سے اپنے کو سب سے بڑا ظالم قرار دے لیا واقعی فقہائے کرام کی مخالفت کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔

خلاصہ ﴾

مسجد کے اندر ہر طرح اذان مکروہ تحریمہ ہے یعنی گناہ ہے خواہ وہ اذان پنج گانہ ہو یا اذان جمعہ۔ اذان جمعہ کے متعلق تو صدی رواں میں بعض علماء اہلسنت اور فضلائے دیوبند نے اختلاف کیا جس کی تحقیق فقیر کے رسالہ ھذا اور دیگر علماء کرام کی تصانیف میں ہے لیکن نماز پنج گانہ کی اذان کے متعلق تو کسی کو اختلاف نہیں۔ لیکن افسوس کہ جب سے اسپیکروں پر اذان شروع ہوئی ہے تو باستثناء چند مساجد کے اکثر

مساجد میں اذانیں مسجدوں میں ہو رہی ہیں اس طرف کسی کو توجہ ہی نہیں ہاں درود وسلام
اذان سے پہلے پڑھا جائے تو اختلاف جنگ وجدل کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔
حالانکہ درود وسلام قبل اذان یا بعد اذان جب بھی پڑھا جائے جائز ہے اس پر اہلسنت
کی طرف سے بیشمار تصانیف شائع ہو چکی ہیں فقیر کے بھی اس موضوع پر آٹھ رسالے
مطبوعہ غیر مطبوعہ ہیں۔ لیکن چونکہ دیو بندیوں وہابیوں کو نجدی محمد بن عبدالوہاب کے
مذہب سے پیار ہے اور اذان کے وقت درود وسلام کے روکنے میں جان کی بازی
لگا دیتے ہیں لیکن انہیں مسجد میں اذان دینے کی کراہت کی کوئی پرواہ نہیں اور نہ ہی اس
بدعت کا خیال کہ اسپیکر پر اذان کہنا کہ کسی حدیث سے اس کے ثبوت کی ضرورت نہیں
جبکہ یہ بھی ایک قسم کی بدعت ہے کیونکہ اسپیکر آگے رکھ کر آواز کو پھیلانا بدعت ہی ہے
بہر حال تمام حضرات (اہلسنت کے علاوہ وہابی دیو بندی سب سے گزارش ہے کہ مسجد
وں سے باہر اسپیکر کا انتظام کریں جہاں مسجد پر ہزاروں لاکھوں روپیہ خرچ کیا ہے
وہاں کراہت سے بچنے کے لئے تھوڑا سا خرچہ اسپیکر کو باہر فٹ کرنے کا بھی اہتمام
کریں اور جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے دروازہ کی چوکھٹ پر اذان پڑھائیں تاکہ
کراہت کے ارتکاب کا گناہ نہ ہو۔ **وما علینا الا البلاغ**
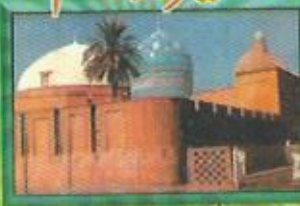
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ

وبارك وكرم وسلم

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری ابو الصالح **محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ**

بہاول پور پاکستان ۲۳ رجب ۱۴۲۱ھ

سیرت غوث اعظم

عصر کا اصلی وقت

ابلیس تا دیوبند

بدعت ہی بدعت